ایران اور برّصغیر کے درمیان پیش از اسلام روابط کی مختصر تاریخ

ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Iran and Sub-continent enjoy a strong cultural, religious, political, artistic and industrial relations since ancient times. These two Indo-Iranian Aryan nations share a strong unbreakable bond of companionship because their forefathers lived together, speaking the same language and following the same religion before their arrival in India and Iran. Later on, they migrated from their native homeland i.e Central Asia to the India and Iran and everyone settled in a separate territory.

Key Words: Iran; Sub-continent; History; Relations.

خلاصہ:

ایران اور برّصغیر کی سرزمین کے درمیان باہمی ثقافتی، مذہبی، نسلی، سیاسی، فنّی اور صنعتی روابط بہت قدیم زمانے سے موجود ہیں۔ ایران اور ہندوستان کی یہ دونوں آریائی قومیں نسلی اعتبار سے ایک خون اور ایک اصل سے وابستہ ہیں۔ یہاں تک کہ ان دونوں قوموں کے آباؤاجداد ایران اور ہندوستان کی سرزمین پر آباد ہونے سے پہلے وسطی ایشیا میں اکٹھے رہتے تھے اور آپس میں ہم زبان، ہم مذہب اور ہم نسل تھے۔ بعدازاں، یہ لوگ کئی صدیاں ایک ساتھ زندگی گزارنے کے بعد اپنی پہلی اقامت گاہ کو ترک کر کے دو مختلف ممالک، ایران اور ہندوستان میں آباد ہو گئے۔

کلیدی الفاظ: ایران، برصغیر، تاریخ، روابط۔

اِن دونوں آریائی قوموں نے اپنی مقدس کتابوں میں ایک دوسرے کا ذکر کیا ہے۔ قدیم ایرانیوں کی مقدس کتاب ''اوستا'' میں ہندوستان کا ذکر ہوا ہے اور شمالی ہندوستان کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کی مقدس کتاب ''رِگ ودا'' میں بھی ایران کے بارے میں اشارے ملتے ہیں۔ رگ ودا میں ایرانیوں کو پہلے ''پرشوہ'' اور پھر ''پرشیکھ'' اور ''پریتھو'' لکھا گیا ہے جو ظاہراً ''پارت'' اور ''فارس'' ہو سکتے ہیں۔[۱]

اِن دو قوموں کے آپس سے جدا ہونے کے بعد ایران اور ہندوستان کے مابین پہلے سیاسی روابط داریوش ہخامنش (۵۲۲۔۴۸۶ ق۔م) کے دور میں اُس وقت قائم ہوئے جب ہخامنشیوں کی سلطنت وسیع ہو کر ہندوستان تک پہنچ گئی۔[۲] داریوش نے صرف پنجاب کے ایک حصے کو فتح کیا لیکن ہخامنشیوں کی ثقافت ہندوستان کے مرکز تک پہنچ گئی۔ وینسنٹ سمتھ (Vincent

(Smith) کے مطابق چندر گپت اور اُس کے ہموطنوں کے پیشِ نظر ہخامنشیوں کی پُرشکوہ بادشاہت تھی۔ حکومتی اداروں اور ہندوستان کے درباری رسم و رواج کو ایرانی شاہی دربار کا بہترین نمونہ مل گیا تھا۔ اسی سیاسی اثر و نفوذ کے سبب چوتھی صدی عیسوی کے اواخر تک ہندوستان کے صوبے کے سربراہ کا لقب بھی ہخامنشیوں کے مطابق لفظ ''ساتراپ'' ٹھہر گیا۔۳

یہ بات معلوم ہے کہ ہخامنشی دور میں مجرموں کو بطور سزا سر مونڈھ کر گدھے پر بٹھایا جاتا تھا۔ چندر گپت کے دور میں بھی مجرموں کا سر مونڈھ کر گدھے پر بٹھائے جانے کا رواج عام ہوگیا۔ گپتا خاندان کے بادشاہ ہخامنشی بادشاہوں کی طرح اپنی پیدائش کے دِن بالوں کو رسمی طور پر دھوتے، اکابرین کو خلعت بخشتے اور سو ستونوں والے وسیع ہال میں ایک جشن منعقد کرتے۔ یہ ہال بھی ''تالارِ استخر'' کے نمونے کے مطابق تعمیر کروایا گیا تھا۔ اسی طرح اشوک کے دربار کے سنگی ستون بھی تختِ جمشید کے سنگی ستونوں کی ہو بہو تصویر تھے۔۴

یہ روابط ہخامنشیوں کے عہد کے خاتمے تک جاری رہے مگر سکندر مقدونی کے حملے کی وجہ سے قائم نہ رہ سکے۔ سکندر نے ۳۲۷ ق۔م میں ہندوستان اور سندھ کو ہخامنشیوں کے قبضے سے چھڑا کر اپنی قلمرو کا حصّہ بنالیا۔ یونانیوں کے زوال کے بعد ایران میں جب اشکانی خاندان (۲۵۰ق.م۔۲۲۶ع) کی حکومت قائم ہوئی تو ہندوستان اور سندھ ایک بار پھر ایران کی قلمرو کا حصّہ بن گئے۔۵

اشکانی دور میں ایران اور روم کے درمیان پے در پے جنگوں کی وجہ سے ایران اور برّصغیر کے درمیان سیاسی تعلقات وقتی طور پر منقطع ہوگئے۔ ساسانیوں کے عہد (۲۲۴۔۶۵۲ع) میں ایران اور ہندوستان کے درمیان روابط ایک بار پھر قائم ہوئے۔ کئی تاریخی اور افسانوی کتب کے مطابق ساسانی شہزادے بلاش اور بہرام گور نے ۳۳۰ع میں ملک بانی کے اصول و ضوابط کے مطالعے کے لیے ہندوستان کا سفر کیا اور ایک مدت کے لیے وہاں قیام کیا۔ ''شاہنامہ فردوسی'' اُن ادبی کتب میں سے ایک ہے جس سے اِس سفر کی تائید ہوتی ہے۔ فردوسی ''شاہنامے'' میں بہرام گور اور ہندوستان کے بادشاہ شنگل کے درمیان روابط کا بھی ذکر کرتا ہے۔ ''کلیلہ و دمنہ'' جو ہندوستان کے افکار کی ترجمان کتاب ہے۔ ہندی زبان میں اُسے ''پنج تنترا'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ویشنو شرم نامی ایک کشمیری برہمن اُس کا مصنف ہے، برزویہ نامی ایک ایرانی طبیب نے نوشیروان ساسانی کے عہد میں پنج تنترا کا فارسی میانہ میں ترجمہ کیا۔ برزویہ نے ہندوستان میں طویل اقامت کی وجہ سے سنسکرت زبان سیکھی تھی۔ برزویہ کے اسی ترجمے کو عبداللہ بن مقفع (مقتول: ۱۴۲ یا ۱۴۵ھ.ق) نے دوسری صدی ہجری کے نصف اوّل میں عربی میں منتقل کیا۔۶

ایک دفعہ پنجاب کے حکمرانوں نے تیسری صدی عیسوی میں جو سکّے ڈھالے، اُن کی پشت پر آتش دان کی ویسی ہی تصویر ملتی ہے جیسی اردشیر پاپکان (فو۔۲۴۱ع) ساسانی کے دور کے سکّوں کی پشت پر ہوتی تھی۔ اسی طرح ہندوستان کے بعض سکّوں پر، جو واسو دیو کے نام پر اُس کی وفات کے بعد ڈھالے گئے، ہندوستانی بادشاہ کا لباس ساسانی بادشاہ شاہ پور اوّل (فو۔۲۷۱ع) کے لباس سے پوری طرح مشابہت رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ تیسری صدی عیسوی کے وسط میں ''مانی'' ہندوستان میں آیا اور اپنے مذہب ''زندقہ'' کو پھیلاتا ہوا تبت اور چین کی طرف چلا گیا۔ چوتھی صدی عیسوی کے اوائل میں شاپور دوم (حکو: ۳۰۱ تا ۳۱۰ع) نے ہندوستان کے بادشاہوں میں سے ایک کوشانی بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کیا اور بعض سکّوں پر اُس کو ''کوشاملکا'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، ان سکّوں پر شیوا، بیل اور ہندوستانی آتش دان کی تصاویر بھی

دیکھی گئی ہیں۔ اسی طرح اسخر کے کتبوں میں سے ایک جو پہلوی زبان میں ہے، اُس میں شاپور دوم کے ایک گورنر کو ہندوستان اور تخارستان کا دبیر لکھا گیا ہے۔ شاپور دوم نے ۳۶۰ع میں ''آمیدا'' شہر کا محاصرہ کیا تو اس شہر کو فتح کرنے میں گروماٹس (Grombates) نامی ہندوستانی بادشاہ کی فوج اور جنگی ہاتھیوں نے بڑی مدد کی۔۷

نوشیروان کے عہد میں (حکو: ۵۳۱ تا ۵۷۹ع) ہندوستان کی ثقافت کا ایرانیوں میں رواج عام ہوا تو لوگوں کی زندگیوں پر ہندوستانی ثقافت کے واضح اثرات مرتب ہوئے۔ ''رسالۂ خسرو و غلامش'' (خسرو اور اُس کا غلام) میں تحریر ہے کہ ساسانیوں کے آلات موسیقی میں سے ایک ''عود ہندی'' تھا جو ''ون'' (Vin) کے نام سے بھی معروف تھا۔ اسی طرح پہلوی زبان کی ایک کتاب ''ماذیگان چترنگ'' (رسالۂ شطرنج) میں درج ہے کہ شطرنج کا کھیل ہندوستان سے ایران میں آیا۔ ہندوستان کی جملہ کتب جو نوشیروان کی دانش پروری کی بدولت پہلوی زبان میں ترجمہ ہوئیں، اُن میں سے ایک کتاب ''بودائی'' جو آج کل معدوم ہے مگر اُس کے کچھ مندرجات جو پہلوی زبان سے عربی میں نقل ہوئے آج بھی ''بلوہر و بوذاسف'' کے نام سے موجود ہے۔ ان کتابوں میں سے سب سے مشہور کتاب ''کلیک و دمنک'' ہے جو دراصل سنسکریت کی کتاب ''پنچ تنترا'' سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب برزویہ نامی شخص جو شاہی طبیبوں کا رئیس تھا، نوشیروان کے عہد میں ہندوستان کے سفر سے اپنے ساتھ لایا اور اُس کا پہلوی زبان میں ترجمہ کیا۔۸

طبری کے بیان کے مطابق خسرو پرویز کے عہد میں ''فریشا'' شاہ ہند نے ایک سفیر کو ایران کے دربار میں بھیجا جس کے ہمراہ تحائف اور شاہ ایران اور اُس کے بیٹوں کے لیے الگ الگ خطوط تھے۔ اُن تحائف میں سے شیرویہ بن پرویز کے لیے ایک ہاتھی، سفید باز اور عمدہ ریشمی کپڑوں کے علاوہ ایک خفیہ خط بھی تھا جس میں بیان کیا گیا تھا کہ تم اپنے باپ کے اڑتیسویں سالِ جلوس یعنی ۶۲۸ع میں ایران کے تخت و تاج کے مالک بنو گے۔ ''نولد'' نے زبان شناسی کی رُو سے ثابت کیا ہے کہ فریشا وہی مشہور پولاکسن دوم، شاہ دکن ہے جس کو خسرو پرویز نے سفارتی تحائف کے تبادلے کے طور پر گچ یعنی پلاسٹر پر بنی ہوئی ایک تصویر بھیجی تھی جس میں ایک راجہ زری کا مدار تکیے پر ٹیک لگائے تخت پر بیٹھا ہے اور تین چار باریش آدمی ایرانی لباس میں ملبوس اور مخروطی ٹوپیاں پہنے ہوئے موتیوں کے ہار اور شراب کی صراحیوں کے تحائف لیے راجہ کی خدمت میں کھڑے ہیں اور راجہ کے محل کے باہر چند ایرانی آدمی تحفے کے گھوڑے لیے بھی نظر آ رہے ہیں۔۹

اُسی زمانے میں جب ایرانی تہذیب و تمدن کا اثر و نفوذ برصغیر میں بڑھ رہا تھا، برصغیر کی طرف سے بھی ایسا ہی اثر و نفوذ سرزمین ایران پر اپنا کام دکھا رہا تھا۔ اشوکا کے دورِ حکومت سے بدھ مت وسطی ایشیا سے ہوتا ہوا ساسانی حکومت کے ''کوشانا'' جیسے صوبوں میں سرکاری زرتشتی مذہب اور ایرانی آرٹ پر برتری حاصل کر چکا تھا۔ ساسانی دورِ حکومت میں جو فنون نمایاں ہو رہے تھے اُن کی جڑیں ہندوستان کے فنون میں تھیں۔۱۰

ساسانی حکومت کے زوال کے بعد مختلف طبقات سے ایرانیوں کی ایک بڑی تعداد نے مغربی ہندوستان کے نواحی علاقوں کا رُخ کیا۔ دُنیا کے زرتشتیوں کی سب سے بڑی تعداد جو ''پارسیوں'' کے نام سے ہندوستان میں آج بھی رہ رہی ہے، ساسانی دور کے مہاجر زرتشتیوں کی باقیات ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ایران اور برصغیر کی مشترکہ ثقافت کے علمبردار ہیں۔۱۱

اختتامیہ:

جنوبی ایشیا کے جس حصّے میں برصغیر اور ایران واقع ہیں، یہاں کے باشندے آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ خطہ نسلی وحدت کے باوجود کثیر المذاہب ہے اور ظہور اسلام سے پہلے یہاں پر کئی مذاہب نے اپنے طلوع وغروب کی منازل طے کی ہیں۔ برصغیر اور ایران کے درمیان باہمی روابط کی تین ہزار سالہ تاریخ کا مطالعہ اس بات کا پتا دیتا ہے کہ کثیر المذہب ہونے کے باوجود اس خطے کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کی غالب اکثریت پُر امن بقائے باہمی (Peaceful co-existence) پر یقین رکھتی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ نائینی، محمد رضا جلالی، زبان وادب فارسی در شبہ قارہ ھند (برصغیر میں فارسی زبان وادب)، نامواره دکتر محمود افشار، بہ کوشش ایرج افشار، ج۲، ص: ۲۹۷۔۳۰۷، تھران ۱۳۶۵ش

۲۔ سبحانی، توفیق، نگاھی بہ تاریخ ادب فارسی در ھند (ہندوستان میں تاریخ ادب فارسی پر ایک نظر)، ص: ۲، تھران ۱۳۷۷ش

۳۔ Vincent Smith, The Early History of India, Oxford, 1904, p. 129؛ ھادی حسن، مجموعۂ مقالات، ص: ۳۳، تھران ۱۳۷۳ش

۴۔ ایضاً

۵۔ سبحانی، توفیق، نگاھی بہ تاریخ ادب فارسی در ھند (ہندوستان میں تاریخ ادب فارسی پر ایک نظر)، ص: ۲، تھران ۱۳۷۷ش

۶۔ ایضاً

۷۔ ھادی حسن، مجموعۂ مقالات، ص: ۳۴، تھران ۱۳۷۳ش

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً، ص: ۳۵

۱۰۔ امیری، کیومرث، زبان وادب فارسی در ھند (ہندوستان میں فارسی زبان وادب)، ص: ۲، تھران ۱۳۷۴ش

۱۱۔ ایضاً، ص: ۳